Clash of Civilization and the Role of Europe in development of Iqbal's poetic and Socio Political Thought

Dr. Sher Ali, Chairman/Sub-Editor, HEC Approved Journal, Alhamd,

Department of Urdu, Alhamd Islamic University, Islamabad

Allama Muhammad Iqbal has many dimensions in India Pakistan Sub-Continent and all over the world. He played a vital role as poet, philosopher and political leader in the history of Sub-Continent. The most lucid explanation of the inner feelings of the Muslim community was given by Allama Muhammad Iqbal in his presidential address to the All-India Muslim League at Allahabad in 1930. As a permanent solution to the Hindu-Muslim problem, Allama Iqbal proposed that the Punjab, North West Frontier Province, Baluchistan and Sind should be converted into one province and declared that the North-West part of the country was destined to unite, self-government within the British Empire or without the British Empire. This, he suggested, was the only way to do away with the communal riots and bring peace in the sub-continent.

Iqbal proceeded to Europe for higher studies in 1905 and stayed there for three years. He took the Honors Degree in Philosophy and taught Arabic at the Cambridge University in the absence of Prof. Arnold. From England, he went to Germany to do his doctorate in Philosophy from Munich and then returned to London to qualify for the bar. He also served as a professor in the London school of Commerce and passed the Honors Examination in Economics and Political Science.

During his stay in England, Germany and other parts of Europe, Iqbal not only studied but also observed and analyzed the life, culture and civilization of the west and reached to some important conclusions. Iqbal whose first lyrical poetry contains inter alia translations from Longfellow, Emerson, and Tennyson, became, in 1905, a student of the Hegelian philosopher Mc Taggart in Cambridge. He had the great luck to

find a teacher like a famous Orientalist Sir Thomas Arnold Who introduced him in both eastern and western thought, and gave him who had already shown his skill as a poet in his native tongue-Urdu-the opportunity of finishing his study in Europe. Europe played an important role in the evolution and development of Iqbal's poetic, socio-political thought and his approach towards life and numerous aspects of it. In this brief Urdu article, the impact of Europe on Iqbal's thought has been studied and analyzed.

تہذیبوں کا تصادم اور فکرِ اقبال کی تشکیل و ارتقا میں مغرب کا کردار

معروف امریکی مفکر اور The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order کے مصنف Samuel Phillips Huntington نے ۱۹۹۷ء میں تہذیبی تصادم کے حوالے سے جن خدشات کا اظہار کیا تھا، پچھلی دو دہائیوں میں وہ زیادہ بھیانک روپ میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ پروفیسر Huntington نے تہذیبی آویزشوں کی بنیاد ثقافتی و تہذیبی منافرت کو گردانا۔ ان کے مطابق طاقت کا توازن تبدیل ہو رہا ہے اور مشرقی تہذیبیں خصوصاً اسلام ایک توانا قوت بن کر ابھرنے والا ہے۔ لہٰذا مغرب اور خاص طور پر امریکہ کو اس کی قبل از وقت پیش بندی کرنی چاہیے:

" The balance of power among civilizations is shifting: the West is declining in relative influence, Asian civilizations are expanding their economic, military, and politicalstrength;Islam is exploding demographically with destablizing consequences for Muslim countries and their neighbours; and non-Westren civilizations generally are reaffirming the value of their own cultures." (1)

مغربی مفکرین کی پیشن گوئیوں سے بہت پہلے اقبال نے اپنی وجدانی فکر کی بدولت تہذیبی آویزشوں کے مہیب سایوں کا احوال بیان کر دیا تھا۔

فکرِ اقبال کے ارتقا میں قیامِ مغرب اور مطالعہ و مشاہدۂ مغرب کا کلیدی کردار رہا ہے۔ اقبال انگلستان کے فطرت پرست شعرا سے بے حد متاثر ہوئے اور انھوں نے انگریزی کی بہت سی نظموں کو اردو کا روپ دیا۔ ان انگریز شعرا میں WILLIAM COWPER,H.W.LONGFELLOW,TENNYSON, EMERSON, JANE TAYLOR, SAMUEL ROGERS,WILLIAM BARNES کے نام خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ مذکورہ تمام شعرا کی نظموں کے اردو تراجم (بانگ درا میں شامل ہیں۔(۲

فکرِ اقبال کا ایک اہم وصف اس کا dynamism ہے۔ ان کے ہاں مسلسل فکری ارتقا نظر آتا ہے۔ اس فکری ارتقا کے پس منظر میں مغرب ایک متحرک عامل (factor) کی حیثیت سے رکھتا ہے۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے اپنی فکر انگیز تصنیف ''فکرِ اقبال'' میں اقبال کی شاعری اور فکر کے ارتقائی سفر کو بہت مفصل انداز میں بیان کیا ہے۔ اقبال نے اگرچہ ابتدا میں وطنی قومیت سے سرشار ہو کر ''ترانۂ ہندی'' میں ہندوستان کی محبت کے گیت گائے اور کہا:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

(ہم بلبلیں ہیں اس کی، یہ گلستاں ہمارا(۳

لیکن بہت جلد ان کے ہاں اسلام کا آفاقی تصورِ وطنیت جلوہ گر دکھائی دیتا ہے اور اقبال ترانۂ ملی سنانے لگتے ہیں:

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا

(مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا(۴

اقبال کے مطابق عالمی جنگوں اور خلفشاروں کی بنیادی وجہ وطنیت کا منفی تصور ہے۔ اسی تصورِ وطنیت کی بنا پر عالمی امن پارہ پارہ ہوا اور دنیا نے تباہی و بربادی کے وہ الم ناک مناظر دیکھے، جن کا کبھی تصور بھی نہیں کیا گیا تھا۔ خلافتِ راشدہ کے زوال کے بعد امتِ مسلمہ بھی منفی تصورِ وطنیت کے تحت اوطان و ممالک میں منقسم ہو گئی۔ اقبال نے وطنیت کے اس تصور کو دین و مذہب کا کفن کہا ہے :

وطنیت

(یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے)

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے، جم اور

ساقی نے بِنا کی ہے روشِ لطف و ستم اور

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور

تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے

غارت گر کاشانۂ دینِ نبوی ہے

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے

اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے

اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے (۵(

یورپ میں قیام اور وہاں کی طرزِ حیات و سیاست نے اقبال کے افکار میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے فکرِ اقبال کے ان گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

ــــ ”یورپ سے واپس ہونے کے بعد اقبال اس نتیجے پر پہنچے کہ ہندوستان ایک مختلف الملل بر اعظم ہے۔اس کے مسائل کا حل مغربی انداز کی جمہوریت نہیں بلکہ ایک ایسا نظام سیاست ہے جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنے زاویۂ نگاہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کا موقع حاصل ہو اور ملک کے جس حصے میں جس قوم کی اکثریت ہے، اس کو وہاں کامل دینی اور معاشرتی آزادی حاصل ہو۔ کوئی ملت دوسری ملت پر ناجائز غلبہ حاصل نہ کر سکے اور عادلانہ طور پر فیڈریشن کا انتظام ہو سکے۔ پاکستان کا مطالبہ اقبال نے سب سے پہلے اسی انداز میں پیش کیا۔ اس سیاسی ادھیڑ بن سے بہت پہلے ہی اسلام اور مسلمانوں سے متعلق اقبال کے خیالات میں ایک تغیر عظیم واقع ہوا تھا۔ اقبال نے مغرب میں جغرافیائی، نسلی اور انسانی قومیت کے تاریک پہلو کا بھی بغور مطالعہ کیا۔ وہ اس نتیجے پر پر پہنچے کہ مغربی انداز کی نیشنل ازم انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مصنوعی ملتوں کو ایک دوسرے کا جانی دشمن بنا رہی ہے۔ یہ تنازع للبقا کی بھیانک صورت ہے۔ علوم وفنون اور جذبۂ وطنیت نے ان قوموں میں جو قوتیں پیدا کر دی ہیں، ان کا انجام یہی ہو گا کہ کمزور قوموں کو لوٹنے اور مغلوب کرنے میں ان کی سعی مسابقت سب کو ایک عالم گیر جنگ میں جھونک دے“(۶(

شاعر وادیب ملک وقوم کا نباض ہوتا ہے۔ معروف انگریز مفکر کارلائل نے برطانوی طرزِ سیاست کی بنا پر انگریز قوم کو قبل از وقت متنبع کر دیا تھا۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کارلائل کے انتباہ اور اس ضمن میں علامہ اقبال سے اپنے مکالمے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

” جنگِ عظیم سے کوئی پچاس سال قبل انگلستان کے ایک دیدہ ور اور عارف ادیب (کارلائل) نے پیش گوئی کی تھی کہ اگر انگلستان اسی روش پر گام زن رہا تو کوئی نصف صدی کے عرصے میں اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد میں نے ایک روز علامہ اقبال سے کارلائل کی اس پیش گوئی اور اس کے پورا ہونے کا ذکر کیا تو فرمایا کہ کارلائل بڑی گہری روحانی بصیرت کا شخص تھا۔ اپنی قوم کی معاشرت اور سیاست کے رخ کو دیکھ کر اس کی یہ پیش گوئی کرنا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔“(۷(

اقبال نے تقدیر امم کا احوال بہت ہی سادہ اور دل نشیں انداز میں بیان کر دیا تھا:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے

شمشیر وسناں اول، طاوس ورباب آخر(۸(

” اردو غزل“ اور ” روحِ اقبال“ کے خالق ڈاکٹر یوسف حسین خاں نے تقدیرِ امم کے حوالے سے بہت ہی جامع انداز میں فکرِ اقبال کا جوہر پیش کیا ہے:

” قوموں کے زوال کے اسباب کا کھوج لگایا جائے تو یہ بات مشترک طور پر ملتی ہے کہ قومیں اسی وقت نیچے گرتی ہیں جب وہ اپنے عمل کی تجدید نہیں کر سکتیں۔ کبھی وہ غرور میں اپنی تہذیب کو الٰہی نوامیس کے عین مطابق اور دوسروں کو گم راہ بتاتی ہیں اور اپنے آپ کو خدا کا منتخب سمجھنے لگتی ہیں۔ ان کی تہذیب وتمدن کے ادارے بجائے زندگی کی تنظیم وتکمیل کا ذریعہ ہونے کے مقصود بالذات بن جاتے ہیں۔ جو حاصل ہو گیا، اسے کافی سمجھا جاتا ہے اور ماضی پرستی بت پرستی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اسی طرح نئے احوال سے مطابق کی قابلیت سلب ہو جاتی ہے اور وہ زندگی کا صحیح توازن کھو دیتی ہیں۔ یہ بات تاریخ کے فطری جبر کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ انسانی عمل کا نتیجہ ہے۔ قومیں قتل نہیں کی جاتیں بلکہ ہمیشہ خودکشی کرتی ہیں جس کی ذمہ داری سوائے ان کے کسی اور پر نہیں ہوتی۔“ (۹(

لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ کیا ہماری اجتماعی خودکشی کا سلسلہ ہنوز جاری نہیں!

حوالہ جات

1.Samuel P. Huntington. The Clash of Civilizations and the Remaking of World Orders.London:Penguin Books,1997,pg20

(۲)۔ڈاکٹر حسن الدین احمد۔انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ۔حیدر آباد:ولا اکیڈمی،۱۹۸۴ء ص ۷

(۳)۔علامہ محمد اقبال۔کلیات اقبال۔لاہور:اقبال اکادمی،۲۰۰۰ء ص ۷۸

(۴)۔ایضاً ص ۱۷۷

(۵)۔ایضاً ص ۱۷۸

(٦)۔ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم۔فکرِ اقبال۔لاہور:بزمِ اقبال،۱۹۸۸ء ص ۵۷

(٦)۔ایضاً ص ۵۸

(۸)۔علامہ محمد اقبال۔کلیات اقبال۔لاہور:اقبال اکادمی،۲۰۰۰ء ص ۱۰۱

(۹)۔ڈاکٹر یوسف حسین خاں۔روحِ اقبال۔نئی دہلی:غالب اکیڈمی،۱۹۷٦ء ص ۲۴۳،۲۴۲